Tauseeq, Volume. 3, Issue. 2
ISSN (P) 2790-9271 (E) 2790-928X
DOI:https://doi.org/10.37605/tauseeq.v3i2.31

Received: 26-10-2022
Accepted: 06-12-2022
Published: 31-12-2022

اُردو افسانوی ادب میں بدیسی سماجی رویوں کی بازیافت؛نو آبادیاتی تناظر میں

(Impacts of Extraneous Social Trends on Urdu Fiction; under Colonialism)

•ڈاکٹر نقیب احمد جانؔ

•ڈاکٹر منزہ مبین

•ڈاکٹر رخسانہ بی بی

Abstract:

Each society possesses its unique history, which is not only a puzzle of happenings, but it circumscribes the changes occurring in its political, cultural, civilizational environment and absorb variations in traditions, behaviors, and revolutions. Literature reflects the society, so it has a better interpretation of those changes and elements which affect the society positively or vice versa. Literature encompasses the views and thoughts flourishing in a society. When Indian society turned into an industrial society after being a feudal society and as a result changes occurred in cultural and traditional norms, a mental restlessness took place not only in minds of individuals but also in Urdu literature. These cultural, traditional, and political alterations made notable impressions on the vast canvas of Urdu Novel. Urdu novel, which was introduced in the colonial era, from its very beginning, reflected the western imitation and regulations under the colonialism, with a mindset that Indians are inferior, and they should be a replica of their western masters. An elite class was flourished in British India under colonialism. This elite class was imitated the western masters and their lifestyle. This article reflects these imitations and its effects on Urdu novel and the Indian society through this medium.

Keywords: Fiction, Urdu Novel, Colonialism, Civilizations, Indian Society.

ادب زندگی کا نباض اور معاشرے کا عکاس ہے۔ ادب معاشرے میں جنم لینے والے تصورات و نظریات کا احاطہ کرتا ہے۔ادب کسی بھی زبان اور کسی بھی قوم کا ہو اس میں اس زبان اور قوم کی تہذیب و تمدن کے ساتھ ساتھ اس زبان یا قوم کے ساتھ کسی بھی طرح سے متعلق تہذیبوں اور تمدنوں کی جلوہ فرمائی بھی نظر آتی ہوتی ہے۔ دنیا کی دوسری زبانوں کی طرح اُردو زبان کا ادبی ذخیرہ بھی اسی حقیقت کا مظہر ہے۔ہندوستانی معاشرہ جاگیر داری نظام سے نکل کر صنعتی معاشرے میں داخل ہوا تو مادی حالات میں ردوبدل کے ساتھ ساتھ نہ صرف تہذیبی و روایتی بلکہ ذہنی کشمکش میں اضافہ ہوا۔اس سماجی صورتحال کو رفتہ رفتہ ادب میں جگہ ملنے لگی۔ تہذیبی، سماجی اور سیاسی عمل ناول کے وسیع کینوس میں واضح

• صدر شعبہ اردو، ویمن یونیورسٹی صوابی
• اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، ویمن یونیورسٹی صوابی
• اسسٹنٹ پروفیسر اردو جی سی یونیورسٹی فار وومن فیصل آباد

بنیادوں پر دکھائی دیتا ہے۔ اُردو ناول انگریزوں کے عہد میں لکھا گیا۔ اردو ناول کے آغاز ہی سے اس طبقے کی ضرورتوں اور مغربی تقلید اور ضابطوں کے تحت لکھنے کی کوشش نے ناول کو نو آبادیاتی سوچ کے تابع کر دیا۔ اور نتیجے میں ناول نگاروں نے اپنی تہذیبی اقدار کو نو آبادیاتی تمدن کے مقابلے میں کم تر گردانتے ہوئے اس جدید تہذیب کو اپنانے کی کوشش کی ۔ سامراجی ثقافت کی منتقلی کے لیے انگریزی زبان کی حاکمیت قائم کی گئی۔ نفسیاتی، سماجی اور تعلیمی لحاظ سے انگریزی زبان اور علوم اس بات پر زور دے رہے تھے کہ معاشرتی ماحول ہی انسان کی فکر و نظر کو پختہ کرتا ہے۔ نو آبادیاتی تمدن کی وجہ سے ہندوستان میں ایک اشرافیہ طبقہ پیدا ہوا جس نے سامراجی معاشرت کو اپنی زندگیوں کا حصہ بنالیا تھا۔ اس طبقے کی سوچ کا جابجا اظہار ادب بالخصوص ناول میں ہونے لگا۔ ادب کی تشکیل کے پس منظر میں سماجی نظام کو بہت اہمیت حاصل ہے کیونکہ روایت، تہذیبی، ثقافتی اور سیاسی تقاضوں کے ملاپ سے ایک نیا عہد وجود میں آتا ہے۔ جدید علوم و فنون، رجحانات و میلانات اور افکار و نظریات نے شعوری یا غیر شعوری طور پر ہندوستانی ادیبوں اور فن کاروں کو بھی متاثر کیا۔ ڈپٹی نذیر احمد کا نام سرفہرست ہے۔ دلی کالج کے ماحول نے ان کی شخصیت پر بہت گہرے اثرات مرتب کیے۔

ڈپٹی نذیر احمد نے مغربی علوم و فنون کو معیاری قرار دیا ہے۔ انہوں نے بیشتر ناول انگریزی ادب سے نہ صرف متاثر ہو کر لکھے بلکہ ان کے رنگ میں رنگے ہوئے نظر آرہے ہیں۔ ان کے قصے انگریزی ناولوں سے اخذ کردہ ہیں۔ "مرأة العروس" میں مصنف کا ہندوستانی معاشرے کے لئے آزادی اور مثالی حالات کا سوچنا ممکن نہیں تھا۔ مرأة العروس کا پورا ماحول نو آبادیاتی ہے۔ ہندوستانی معاشرت میں انسانی ذہن کو مذہب کے نظریہ تقدیر کے تحت غلام بنایا جاتا تھا۔ انہی مسائل و امکانات پر ڈپٹی نذیر احمد نے قلم اٹھایا مثلاً "فسانۂ مبتلا" ایک سے زیادہ شادیوں کی خرابیوں پر روشنی ڈالتا ہے۔ بیوہ عورتوں کے عقد ثانی کے فائدے "ایامیٰ" سے اجاگر ہو جاتے ہیں۔ "رویائے صادقہ" میں بھی مذہبی امور پر اس طرح روشنی ڈالی گئی ہے کہ جدید تعلیم دین سے دور نہ ہوں۔ "بنات النعش" میں مختلف سائنسی مضامین کو پیش کیا گیا ہے۔ مثلاً علم جر ثقیل، زمین کی کشش، ہوا کا دباؤ، کشش اتصال، خوردبین، زمین گول ہے وغیرہ جیسی معلومات کو کہانی کے روپ میں پیش کر کے طلبہ و طالبات کو نئے تمدن اور سائنس کی روشنی سے روشناس کرانے کی کوشش کی گئی ہے۔ "ابن الوقت" میں مصنف نے یہ جتانے کی کوشش کی کہ ہندوستانی کالے کبھی گورے نہیں بن سکتے ہیں۔ مصنف انگریزی لباس کے مسائل گنواتے وقت نماز ایسے بنیادی فرض میں حائل رکاوٹ کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ:

> انگریزی وضع کے ساتھ نماز روزے کا نبھانا ذرا تھا مشکل، کوٹ تو خیر اتار الگ کھونٹی پر لٹکا دیا، کم بخت پتلون کی بڑی مصیبت تھی کہ کسی طرح بیٹھنے کا حکم نہیں، اتارنا اور پھر پہننا بھی وقت سے خالی، اس سے کہیں زیادہ وقت طہارت کی تھی جو نماز کی شرط ضروری ہے۔ (1)

ڈپٹی نذیر کے علاوہ رتن ناتھ سرشار ایک ایسے ادیب کے طور پر سامنے آتے ہیں جو اپنے ناول "فسانہ آزاد" میں نااہل نواب حکمرانوں اور ہندوستانی معاشرے پر طنز کرتا ہے۔ لیکن انگریزوں کے جبر زدہ معاشرے کا ذکر نہیں کرتا ہے۔ وہ

انگریزی ثقافت اور رہن سہن سے اس قدر متاثر تھے کہ ان کے ناول کے مرکزی کردار مقبول اور آزاد کے منہ سے انگریزوں کے بچوں کے لئے دعائیں نکلتی ہیں ملاحظہ ہو؛

> ایک فرح بخش ونزہت انتماول کش وخوش نما بنگلے میں دس برس پندرہ برس کی انگریزوں کی لڑکیاں اور لڑکے صاف ستھری پوشاک زیب تن کئے کھیل رہے تھے۔سب ستم بدن ، غنچہ دہن۔۔۔کوئی دوڑتا ہے کوئی کرکٹ کھیلتا ہے۔سب صحیح و تندرست خوش و خرم دوڑ دھوپ میں طاق۔(2)

اگر تنقیدی نقطہ نگاہ سے جائزہ لیا جائے تو واضح ہو جاتا ہے کہ سرشار ہندوستانی معاشرت کے منفی پہلوؤں پر بات کرتا ہے۔یہی نظریہ ان کے ناول "سیر کہسار"میں دیکھنے کو ملتا ہے جب ناول کا مرکزی کردار نواب عسکری مہذب بننے کا خواہشمند دکھائی دیتا ہے اور مغربی لباس، کھانے کے انداز،میز چھری کانٹوں کے ساتھ کھانا،انگریزوں کے لہجے میں انگلش بولنا،سیر کرنا اور پالتو جانور رکھنا وغیرہ شامل ہے۔ہندوستانی لوگ اور سابقہ ہندوستانی حکمران جاہل اور بد تہذیب ہیں جنہیں مہذب بننے کے لئے انگریزوں کی تقلید کرنی ہو گی۔ڈاکٹر احراز نقوی کا کہنا ہے کہ "پرانی تہذیب جو بالخصوص اودھی زندگی کی حمائل بن کر زندہ جسم کے ساتھ کفن کی طرح لپٹی ہوئی تھی سرشار نے اس پرانی تہذیب کی سخت مخالفت کی۔وہ تہذیب کی انہیں اقدار کی حمایت کرتے ہیں جو زندگی کے نئے تقاضوں کا ساتھ دے سکیں۔"(3) رتن ناتھ سرشار انگریزوں کو ہندوستانیوں کے لئے نجات دہندہ سمجھتا ہے۔لوگوں کو بھی ان کی تقلید کا درس دیتے تھے۔ان کا مطمع نظر انگریزی مفادات کو فروغ دینے کے علاوہ اور کچھ نہ تھا۔سرشار اپنے قارئین کو یہ سمجھانا چاہتے ہیں کہ ہندوستان کے نئے حکمران اور تہذیب پرانے سے بہتر ہے۔

عبدالحلیم شرر نے اپنے تاریخی ناولوں 'ملک العزیز ورجینا'، شوقین ملکہ' میں صلیبی معرکوں کی یاد تازہ کی۔"حسن انجلینا" میں ترکوں کی فتح اور روسیوں کی شکست کا قصہ دہرایا۔"فلورافلورنڈا" میں ہسپانیہ کے عہد خلافت کے واقعات اور "فتح اندلس" میں اسپین پر مسلمانوں کی فتح کے حالات قلمبند کیے۔"فردوس بریں" میں حسن بن صباح کی ارضی جنت کی سیر کرائی۔انہوں نے اپنا کینوس تاریخ اسلام تک محدود رکھا ہے۔

عصمت چغتائی کا ناول "ایک قطرہ خون" واقعہ کربلا سے متاثر ناول ہے۔"ٹیڑھی لکیر"، معصومہ" اور "دل کی دنیا" مغرب سے متاثر ہیں۔"ٹیڑھی لکیر" ناول میں مجموعی فضا جاگیر دارانہ ہے۔گھریلو ماحول روایت پرست اور باہر نو آبادیاتی ماحول ہے۔کالج، یونیورسٹی کی تعلیم کے بعد مغربیت میں مبتلا ہندوستانی نوجوان طبقہ مختلف نفسیاتی و سماجی اور جنسی مسائل میں گھرا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ناول کی مرکزی کردار شمن کے حوالے سے عصمت ایک مقام پر یوں رقمطراز ہیں کہ

> یورپ کی اتنی بڑی مخالف ہوتے ہوئے بھی انجان طور پر اسی رنگ میں رنگتی جارہی تھی۔وہ میز پر چھری کانٹوں سے کھانا کھاتی،بیڈ پر سوتی اور چھوٹے چھوٹے قواعد پر عمل کرتی۔(4)

قرۃ العین حیدر کا کینوس بہت وسیع ہے۔وہ جیمس جوائس اور ورجینا وولف کو بھی بہت پیچھے چھوڑ جاتی ہیں۔وہ دونوں یورپ کی حدووں سے باہر نہیں نکل پاتے جبکہ قرۃ العین برصغیر یعنی ہندوستان،پاکستان،بنگلہ دیش کے علاوہ یورپ کو بھی اپنے دائرہ کار میں شامل کرلیتی ہیں اور کامیابی کے ساتھ اپنی تخلیقات میں پیش کرتی ہے۔اس کے علاو قرۃ العین کیونکہ خود اعلی طبقے سے تعلق رکھتی تھیں اسی لیے اعلی طبقے کی نمائندگی ان کے ناولوں کا خاصہ ہے۔ہندوستان،پاکستان اور یورپ میں بھی ان کا تعلق امیر طبقے سے ہی رہا۔اس طبقے کی زندگی کو بالخصوص اس کی خامیوں کو زیادہ کامیابی کے ساتھ پیش کیا ہے۔یہاں نوجوان لڑکے لڑکیاں ایک دوسرے سے ملتے ہیں۔دائمی رفاقتوں کے ساتھ ساری توجہ اس نقطے پر مرکوز رہتی ہے کہ ان کی یہ شادی زندگی میں کامیابی کا زینہ بن سکے گی یا نہیں۔گویا کاروباری معاملہ ہو۔یہی صورت حال "ہاؤسنگ سوسائٹی"میں نظر آتی ہے۔ان کا پہلا ناول"میرے بھی صنم خانے"جاگیر دار طبقے کے زوال کی داستان پیش کرتا ہے۔ڈاکٹر سنبل نگار کے بقول

> مغربی ادب کا مطالعہ قرۃ العین نے براہ راست کیا ہے۔انہوں نے محض تقلید نہیں کی بلکہ حسب ضرورت اس میں کمی بیشی کی۔جو کچھ اپنایا اس طرح اپنایا کہ اصل سے بہتر ہو گیا۔اسی لیے جن اہل نظر نے انگریزی فکشن نگاروں سے قرۃ العین کا موازنہ کیا ہے ان میں سے بعض کی رائے ہے کہ یہ خاتون ان سے آگے نکل گئی ہیں۔(5)

قرۃ العین کے ہاں ہندو، مسلم اور عیسائی تہذیب کی مشترک عکاسی ملتی ہے۔"آگ کا دریا" بھی اسی نوعیت کا ناول ہے۔دوران تحریر انہوں نے بساط عالم پر تاریخی وسیاسی واقعات اور فسادوں،جنگوں اور آفات ارضی وسماوی کی روشنی میں قوموں کی بدلتی تقدیروں کو دیکھا اور بنی نوع انسان کے دکھ درد، تنہائی اور بے بسی کو شدت سے محسوس کیا۔رضیہ سجاد ظہیر کے بقول "آگ کا دریا"میں ایسا بین الاقوامی رنگ ہے جو اُردو کے کسی دوسرے ناول میں نظر نہیں آتا۔اس پر یہ رنگ چھایا ہوا ہے کہ اب انسان اگر دنیا کے ایک کونے میں کوئی درد محسوس کرے گا تو یقیناً اس درد کا رشتہ تمام دنیا سے جڑا ہوگا"۔اس ناول کا پلاٹ ہندوستان کی قدیم تاریخ سے لے کر عہد جدید تک پھیلا ہوا ہے۔اس پر ویدک زمانہ سے لے کر آریائی اسلامی اور انگریزی تہذیبوں کے نقوش ثبت ہیں۔ "آگ کا دریا"کے حوالے سے محمود ایاز کے قول کو ڈاکٹر محمد یسین نے یوں درج کیا ہے کہ:

> ہر دور میں انسانی روح کے مسائل ازلی اور ابدی ہیں۔تمام کرداروں کے درمیان ڈھائی ہزار سال کا وقت پھیلا ہوا ہے لیکن دکھ کا فلسفہ روح کی تنہائی کا مسئلہ،دل کی وحشت،حافظہ کی اذیت اور خاموشی کا سناٹا،ان سب نے ہر

بار اور ہر دور میں محسوس کیا۔۔۔روحِ کا یہ غم کیسا تھا جو مدتوں سے کھائے
جارہا تھا۔۔۔(6)

عزیز احمد نے جس دور میں آنکھیں کھولیں مذہبی، اخلاقی اور تہذیبی قدریں بتدریج فنا ہوتی جارہی تھیں۔ انہوں نے ہندوستانی روایات، مذہبی رواداری، نسوانی حیا، خاندانی وقار اور مشرقی تہذیب کی شکست وریخت کا المیہ "ایسی بلندی ایسی پستی" میں پیش کیا ہے۔ عزیز احمد نے ہندوستان کے اعلیٰ طبقے کی مغربی زندگی اور فیشن پرستی پر جابجا طنز کیا ہے۔ فرنگی آقاؤں کی تقلید اور ان کی نقل میں ان سے چند قدم آگے ہی نکل جانے کی سعی کرتے ہیں تو مصنوعی اور کھوکھلی مغربی تہذیب کے دلدادہ ہندوستانی اس وقت تماشہ بن جاتے ہیں۔ عزیز احمد مغربی ادب سے بہت متاثر تھے جس کی عکاسی ان کی تخلیقات میں جابجا نظر آتی ہے۔ ان کا ناول "گریز" مغربی اثرپذیری کا نمائندہ ہے۔ "گریز" دراصل زندگی سے گریز ہے۔ سیاسی، تاریخی اور تہذیبی عوامل و عواقب کے نتیجے اور ردعمل میں مشرقی روایات سے انحراف و بغاوت جدت پسند انسانوں کا مقدر بن گیا۔ سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی نے قطعیت اور آگہی میں اضافہ کر دیا۔ نعیم کے کردار کی قطعیت اور آگہی بلاوجہ نہیں۔ "گریز" میں ناول نگار نے واحد متکلم کا صیغہ اپنایا ہے اور نعیم کی خوداعتمادی، یقین اور اس کے نکتۂ نظر کو زیادہ موثر انداز سے پیش کیا ہے۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ انہوں نے شہری زندگی کی الجھنوں، جذباتی پیچیدگیوں، ذہنی کرب، مغربی اور مشرقی اقدار کے تصادم، ہندوستانی تہذیب کی شکست وریخت، اعلیٰ اور متوسط طبقے کی نفسیاتی کشمکش کو بڑی بصیرت کے ساتھ پیش کیا ہے۔ بعض ناقدین نے "گریز" کو فحش ناول قرار دیا گیا۔ کردار نعیم اپنے عہد کے اہم رجحانات اور میلانات کا نمائندہ ہے۔ عہد جدید میں محبت کے فرسودہ اور روایتی نظریے اور اقدار میں تبدیلی آگئی ہے۔ لہٰذا عزیز احمد نے "گریز" میں محبت کے مختلف نظریوں، جہتوں اور نوعیتوں کو پیش کیا ہے۔ بقول عزیز احمد

ڈی۔ ایچ۔ لارنس کے ناولوں میں عریانی عبادت ہے۔ ایسی عبادت جو بیماری بھی ہے۔ یہ اور بات ہے کہ بلاواسطہ ڈی۔ ایچ۔ لارنس کا اثر ہکسلے پر ہوا ہے اور ہکسلے کے توسط سے اس بیماری کے جراثیم کچھ مجھ تک پہنچے ہوں۔(7)

عزیز احمد نے سگمنڈ فرائڈ کے نظریات جنسی اور نفسیاتی نکتۂ نظر کی روشنی میں اپنے ناولوں کی معنوی اور ذہنی فضا کی تشکیل کی ہے۔ یہ موضوع اس دور کے مطابق ایک نیا موضوع تھا اور شدید تنقید کا نشانہ بنایا گیا۔ ڈاکٹر اسلم آزاد کتاب اُردو ناول کا ارتقاء میں عزیز احمد کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

۔۔۔۔پہلا ناول ہے جسے اپنا کہتے ہوئے مجھے شرم نہیں آتی۔ کئی لحاظ سے اس کو اپنا سب سے پہلا کامیاب ناول سمجھتا ہوں۔ اس پر عام اعتراض جو کیا جاتا ہے یعنی عریانی کا، وہ خالص مشرقی ہے۔"(8)

اُردو ناول نگاروں میں ڈاکٹر احسن فاروقی کا نام قابل ذکر ہے جن کی اپنی ناولوں میں بدیسی اثرات کے حوالے سے رائے کچھ اس طرح سے ہے۔ انہوں نے یورپ کے اہم ناول نگاروں کا بہت گہرائی سے مطالعہ کیا ہے۔ انگریزی، جرمن اور فرانسیسی ناولوں کو ان ہی زبانوں میں پڑھا جس کا اعتراف اُردو کے تقریباً تمام ناقدین نے کیا ہے۔ اس سلسلے میں وہ لکھتے ہیں کہ:

> چودہ برس کے سن سے انگریزی ادب سے عام طور پر اور ناول سے خاص طور پر جو دلچسپی رہی اس کا اثر بھی میرے قصوں میں شامل ہے۔ شام اودھ لکھنے تک انگریزی کا کوئی بڑا ناول نگار ایسا نہ بچا جس کی سب ناولیں نہ پڑھی ہوں اور یورپ کے ناول نگاروں کی بھی مشہور ترین تصانیف پڑھ ڈالیں۔(9)

ناول چونکہ مغربی صنف ہے اس لیے احسن فاروقی کو فیلڈنگ، جین آسٹن، ورجینا وولف، ہنری جیمز، برنارڈ شاہ وغیرہ کی تحریروں نے بے حد متاثر کیا۔ "شام اودھ" میں انگریز حاکموں کی خوشامد اور ان کی پر تکلف دعوتیں، خود غرضی اور ابن الوقتی، بھانڈوں کی نقالیاں، معاصرین کی باہمی رقابتیں، مصاحبین، درباداریاں، چاپلوسیاں، ادب نوازی جیسی تمام تفصیلات کو بہت سلیقہ مندی سے پیش کیا ہے۔ ناول "آبلہ پا" کے کردار عارف کا گھریلو راہ ورسم اور طرز گفتگو سوقیانہ پن سے مملو ہے لیکن تدریسی مدارج کے حوالے سے اس کے وسعت مطالعہ اور انگریزی زبان بالکل اہل زبان کی طرح بولنا قابل فخر گردانا جاتا ہے۔ ایک زوال پذیر معاشرت کی نفسیاتی الجھنوں اور ذہنی پیچیدگیوں کو احسن فاروقی نے اپنے ناولوں میں بہت خوبصورت انداز میں پیش کیا ہے۔ ادیب اپنے عہد اور ماحول سے جو نتائج اخذ کرتا ہے ان کا بیان تحریری صورت میں کر دیتا ہے۔ ڈاکٹر رشید امجد کا اس حوالے سے کہنا ہے کہ:

> ادب اپنی زمینی، تہذیبی اور ثقافتی سیاق و سباق سے اپنے وجود کا اعلان کرتا ہے۔ لیکن رشتوں کی ظاہری صورتیں تبدیل ہوتی رہتی ہیں کہ تمام اشیا وقتاً فوقتاً سیاسی، سماجی، مذہبی اور تہذیبی انقلابات کے زیر اثر اپنا مفہوم بدلتی رہتی ہیں۔ ادب بھی ان تبدیلیوں میں اپنا کردار ادا کرتا ہے۔ ایک دور سے دوسرے دور میں داخل ہوتے ہوئے پرانی روایتوں کو نیا موڑ دیتے ہوئے نیا چہرہ بناتا ہے۔(10)

اسی لیے یہ تصور کرنا غلط ہے کہ ادب یا فکشن کوئی جامد چیز ہے اور اس میں تبدیلیاں رونما نہیں ہونگیں۔ بلکہ ادب انسانی معاشرے کا عکاس ہے اور فکشن میں انسانی معاشرے کی ہو بہو تصویریں ہوتی ہیں لہذا انسانی معاشرہ جن عوامل سے متاثر ہوتا رہے گا ادب اور فکشن پر بھی یہی اثرات مرتب ہونگے۔ یہ اثرات تراجم کی صورت میں ہوں، آپس کے میل ملاپ کی صورت میں یا دوسری معاشرتوں کے ساتھ کسی بھی طرح سے خلط اختلاط کی صورت میں، جتنے یہ اثرات معاشرہ اور افراد معاشرہ پر مرتسم ہونگے بعینہ اسی طرح فکشن میں ان کا عکس واضح طور پر نظر آئے گا۔

حوالہ جات

1. نذیر احمد، مولوی، کلیات ڈپٹی نذیر احمد، ۲۰۰۵، لاہور، خزینہ علم و ادب، ص ۴۹۸

2. فسانہ آزاد، تلخیص، ڈاکٹر قمر رئیس، پورب اکادمی، اسلام آباد، ۲۰۰۷، ص ۳۴

3. احراز نقوی، ڈاکٹر، پنڈت رتن ناتھ سرشار بحیثیت ناول نگار، مغربی پاکستان اردو، لاہور، ۲۰۰۶، ص ۲۰۹

4. عصمت چغتائی، ٹیڑھی لکیر، بک ٹائم کراچی، ۲۰۰۹، ص ۳۱۹

5. سنبل نگار، ڈاکٹر، اُردو نثر کا تنقیدی مطالعہ، فکشن ہاؤس، کراچی، ۲۰۱۹، ص ۱۳۹

6. محمد یسین، ڈاکٹر، ناول کا فن اور نظریہ، دارالنور، لاہور، ۲۰۱۳، ص ۲۰۵

7. اسلم آزاد، ڈاکٹر، اُردو ناول کا ارتقاء، بک ٹاک، لاہور، ۲۰۱۴، ص ۵۵

8. ایضاً، ص ۵۱

9. احسن فاروقی، ڈاکٹر، ادبی تخلیق اور ناول، ص ۵۱،۲۶

10. رشید امجد، ڈاکٹر، ابتدائیہ، پاکستانی ادب، جلد پنجم، ص ۱۹،۱۸

References

1. Nazeer Ahmed , molvi, kuliyat deputy Nazeer Ahmed , 2005, Lahore , Khazina ilm o adab, p 498
2. Fasana Azad, tlkhis, dr Qamar Raees , purab akadmi, Islamabad, 2007, p 34
3. Ahraz Naqvi, Dr, Pandit Ratan Nath sar shar bahaisiyat novel nigaar, maghribi Pakistan urdu, Lahore , 2006, p 209
4. Asmat Chughtaee , tedhi lakeer, buk time Karachi, 2009, p 319
5. Sunbal nigaar, dr, urdu nasr ka tanqeedi mutalea, fiction house, Karachi , 2019, p.139
6. Mohammad yaseen, dr, novel ka fun aur nazriya, Dar ul Noo, Lahore , 2013, p.205
7. Aslam Azad, Dr, Urdu Novel ka irtiqa, buk talk, Lahore 2014, p. 55
8. Ibid, p. 51
9. Ahsen Farooqi , dr, adbi takhleeq aur novel, p. 26, 51
10. Rasheed Amjad, Dr, Abtdayih, Pakistani adab, jald panjum, p. 18-19